عارف نوشاہی *

پاکستانی کتب خانوں میں ترکی مخطوطات

(I)

برصغیر میں تین صدیوں سے زائد عرصے پر محیط ماوراء النہر کے ایک ترک خاندان کے حکمرانوں، جنھیں ہم مقامی اصطلاح میں ''مغل'' کہتے ہیں، کی ادب پروری اور ہنر گستری کے باوجود حیرت انگیز طور پر برصغیر کے کتب خانوں میں ترکی تصنیفات اور ان کے مخطوطات کی تعداد چند سَو ہی ہو گی۔ برصغیر میں ماوراء النہری ترکوں کی حکومت کے بانی ظہیرالدین بابر (عہد حکومت ۱۵۲۶ – ۱۵۳۰ء) نے اپنی خودنوشت بابر نامہ / تزک بابری اپنی مادری زبان چغتائی ترکی میں قلم بند کی۔ لیکن برصغیر میں اس کے جانشینوں نے اپنی دلچسپی یہاں کی تہذیبی زبان فارسی میں دکھائی اور فارسی ہی کو اپنی سرکاری زبان قرار دیا۔ برصغیر کے ان حکمرانوں اور شہزادوں نے اگرچہ ذاتی دلچسپی اور اپنے آبا و اجداد کی زبان ہونے کی وجہ سے ترکی بھی سیکھی لیکن اپنا تصنیف و تالیف کا کام یا شاعری فارسی ہی میں کی۔ نورالدین جہانگیر (عہد حکومت ۱۶۰۵ – ۱۶۲۷ء) ان سب میں سے زیادہ ادب دوست اور ہنر پرور تھا۔ وہ ترکی جانتا تھا، لیکن اس نے بھی اپنی سوانح جہانگیر نامہ / تزک جہانگیری فارسی ہی میں لکھی یا لکھوائی۔ آخری مغل دور میں ہمیں بابری شہزادوں کو ترکی ادب اور قواعدِ زبان سکھانے کے لیے فارسی زبان میں لکھی کچھ تصانیف ملتی ہیں۔ ۱۸۵۷ء میں بابری خاندان کی حکومت کے خاتمے کے بعد اسی

خاندان کا ایک شہزادہ محمد ظہیر الدین میرزا علی بخت اظفری (۱۱۷۲–۱۲۳۴ھ /۱۷۵۸–۱۸۱۸ء) ہمیں ترکی زبان کا شیدائی اور اس کا دفاع کرتے ہوئے نظر آتا ہے۔ اظفری نے ترکی زبان کے نامور مصنف میر علی شیر نوائی (۱۴۴۱–۱۵۰۱ء) کی ایک ترکی تصنیف محبوب القلوب کا فارسی ترجمہ مرغوب الفواد نام سے کیا ،جس کا قلمی نسخہ پنجاب یونی ورسٹی لائبریری، لاہور (شمارہ / Pi X 59 984) میں ہے۔ اس نے یہ ترجمہ ۲۴ ربیع الاول ۱۲۰۸ھ/ ۱۷۹۳ء کو لکھنو میں کیا تھا۔ اس کے دیباچے میں مترجم نے اپنا حسب ونسب، دہلی قلعہ معلیٰ سے فرار کی داستان تو لکھی ہی ہے، اُس نے ترکی زبان کی فضیلت اور بالخصوص ہندوستان میں ترکی زبان کی حالت پر بھی ایک جامع تبصرہ کیا ہے۔ میں چاہتا ہوں وہ تبصرہ یہاں بطور تمہید نقل کردیا جائے:

> **چون این بنده چندی در تحصیل علم ترکی درد سری کشیدم ...... اگر از تشتّت زمانه و توزّع دوران زمانی جمعیّت خاطر پریشان دست می دهد، خواهم کردن به زبان فارسی شرح محاکمة اللغتین ترکی که تصنیف میر نظام الدین علی شیر نوایی است، در حالتی که حامل المتن باشد تا هنر و وسعت ترکی و عیب و تنگی فارسی مبرهن شود۔ هر کرا اندکی خِرد و هوش صحیح است نزدش فضیلت و دقّت ترکی بر فارسی صریح، چه همه تُرکان از زبان و لهجهٔ فارسی بهره ور و در فارسیان عکسش اظهر، ترکی چیزیست عنقا و جنس قیمتی کم نما، معدومیت ترکی برین دعوا شاهد بی گمان ...... و چون وارِد سواد لکهنو گردیدم نیز از اوستاد مُلا محمد زمان تبریزی اورومچی المتخلص به انشه، که از کر بلای معلیٰ و نجف اشرف تازه وارد بودند، و میرزا کاظم سوداگر به تحقیقات لغات ترکی پرداختم ...... اکثر بر مطالعهٔ کتب ترکی راغب بودم، خصوصاً تصنیفات و تالیفات میر علی شیر نوایی را دوست تر داشته جمع می نمودم۔ تا روزی محبوب القلوب**

ترکی تصنیف میر مذکور به نظرم رسید و دل را فرحی وافر و نفس را حظی کامل حاصل گردیده ...... و حال آن که زبان ترکی بعد از شنقار [یعنی مرگ پادشاه] فرمودن حضرت محمد شاه پادشاه جمجاه الملقب به فردوس آرامگاه [در ۱۱۶۱ھ] چنان از شاه جهان آباد و توابع آن معدوم و مفقود گردیده، گویی عنقایی بُود که از میان خلق رمیده ...... چنان چه زبان زد خاص و عام شد که "بر محمد شاه ترکی تمام"۔ اکنون بجز نام ترکی خاص و عام نمی دانند و از تلفظ آن چنان بی نصیب اند که گویی کلام انعام۔ عجب تر آن که این زبان که خاص تلفظ خاندان گورکانیه بود که جناب حضرت امیر تیمور گورکان ...... و اجداد شان تا چنگیز خان و هلاکو خان وغیرهم عموماً و بعضی ازایشان خصوصاً جز زبان ترکی بوی فارسی را نشمیده اند، بل به طرف فارسی به چشم حقارت دیده۔ و دال بر این حال آن است که از حضرت صاحبقران توزوك تیموری و از حضرت بابر بادشاه تاریخ [توزوك بابری] و فقه [مبیّن] و دیوان بابری ...... و هم چنین از دیگران اینها صد ها دواوین و کتب در ترکی یادگار مانده که حالا بین الناس متداول است و متعارف در روزگار گشته۔ درین ولا هیچ احدی را از اولاد نبایر آنحضرت بهره ای از لهجهٔ ترکی نمانده و حرفی از آن حروف نخوانده، مگر این عاصی که از احفاد و اسباط آن خاندانم، نصیبی از زبان ترکی برده ام۔[1]

ترجمانی: چونکہ اس بندے نے ترکی تعلیم کی تحصیل میں کچھ عرصہ دردِ سر جھیلا ہے ...... اگر گردش زمانہ اور مصائب دوراں نے مہلت دی اور جمعیت خاطر میسر ہوئی تو میں محاکمۃ اللغتین کی، جو میر نظام الدین علی شیر نوائی کی ترکی تصنیف ہے، فارسی

زبان میں شرح لکھوں گا، اس طرح کہ ساتھ متن بھی شامل ہو، تاکہ ترکی زبان کی خوبی اور وسعت، اور فارسی زبان کا عیب اور تنگ دامنی ظاہر ہو سکے۔ قدرے عقل مند اور درست حواس کے حامل ہر شخص پر، فارسی پر ترکی کی برتری اور اہمیت واضح ہے، اس لیے کہ سب ترک لوگ، فارسی زبان اور اس کے لہجے سے بہرہ ور ہیں جب کہ اہل فارس میں اس کا اُلٹ ظاہر ہے (یعنی وہ ترکی نہیں جانتے)۔ ترکی عنقا ہے اور کم کم دکھائی دینے والی ایک قیمتی جنس، ترکی کی معدومیت اس دعوے کا ناقابل تردید ثبوت ہے ...... جب میں لکھنو کی حدود میں داخل ہوا، میں نے استاد ملا محمد زمان تبریزی اروچی، متخلص بہ انشہ، جو کربلاے معلٰی اور نجف اشرف سے ان دنوں ہی آئے تھے، اور میرزا کاظم سوداگر، سے ترکی لغات کی تحقیقات سیکھی، ...... میں ترکی کتب کے مطالعے کا بہت شائق تھا، خصوصاً میر علی شیر نوائی کی تصنیفات و تالیفات مجھے بہت پسند تھیں اور جمع کیا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک روز مجھے میر مذکور کی ترکی تصنیف محبوب القلوب ملی جسے پڑھ کر دلی آسودگی اور حظ کامل حاصل ہوا ...... اور اب یہ حال کہ ترکی زبان، حضرت محمد شاہ بادشاہ جمجاہ، ملقب بہ فردوس آرام گاہ کی وفات [۱۱۶۱ھ] کے بعد شاہ جہان آباد اور اس کے نواح سے اس طرح معدوم اور مفقود ہوئی، گویا عنقا پرندہ ہو جو مخلوق سے فرار ہو گیا ...... اب یہ مثل زبان زد خاص و عام ہے ''محمد شاہ پر ترکی تمام''۔ اب خیر سے ترکی کا نام، خاص و عام میں سے کوئی نہیں جانتا اور سب اسے بولنے سے اس طرح محروم ہیں جیسے حیوانات کلام کرنے سے۔ زیادہ حیرت کی بات ہے کہ یہی زبان خاص گورکانی خاندان کی بولی تھی، جناب حضرت امیر تیمور گورکان ...... اور ان کے اجداد چنگیز خان اور ہلاکو خان وغیرہ عموماً، اور ان میں سے بعض خصوصاً، ترکی زبان کے سوا کچھ جانتے ہی نہیں تھے اور فارسی کو منہ نہیں لگایا، بلکہ فارسی کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت صاحبقران سے تزک تیموری اور حضرت بابر بادشاہ سے تاریخ [تزک بابری]، فقہ [مبیّن] اور دیوان بابری ...... اور اسی طرح اس خاندان سے کئی دیگر کے سیکڑوں [ترکی] دواوین اور کتب یادگار باقی ہیں جو اس وقت عوام الناس میں رائج ہیں اور دنیا بھر میں متعارف ہوئیں۔ لیکن اِس وقت تیمور کی نسل اور ان کے پوتوں میں سے کسی ایک کو بھی ترکی زبان سے بہرہ نہیں ملا اور اس کا ایک حرف بھی نہیں

پڑھا، لیکن مَیں گناہ گار، جو اس خاندان کی اولاد میں سے ہوں، ترکی زبان سے بہرہ مند ہوا ہوں۔

اظفری نے یہاں اپنے ایک اور استاد میر کرم علی یوسف سے یہ قول نقل کیا ہے، جو ترکی جانتے تھے اور نادر شاہ اور محمد شاہ کی جنگ میں نادر شاہ کے لشکر میں تھے اور جسم پر بہت زخم کھائے تھے۔

ترکی زبان چابك سلطنت هندوستان است، از ایامی که ترکی از السنه این خاندان سُست گردیده، سلطنت هند ضعف پسندیده۔

ملك هند است سخت اسپ حَرُون
غیر چابك بُوَد ز حکم برون

ترجمہ: ترکی زبان سلطنتِ ہندوستان کی چابک ہے۔ جب سے ترکی اس خاندان (تیموری) کی زبانوں سے ضعف کا شکار ہوئی ہے، ہند کی بادشاہی بھی کمزور پڑ گئی ہے۔

شعر: مُلک ہند ایک سرکش گھوڑے کی طرح ہے جو چابک کے بغیر قابو میں نہیں آتا۔

یہ تیموری شہزادہ یعنی میرزا اظفری ترکی زبان کا بہت دلدادہ تھا۔ ہمیں اس کی تصانیف میں کچھ ترکی کلام اور ظہیرالدین بابر کے ترکی رسالۂ عروض کا فارسی ترجمہ عروض زادہ بھی ملتا ہے جس کا نسخہ مجموعۂ شیرانی، پنجاب یونی ورسٹی، لاہور (شمارہ ۲۹۴۷) میں ہے۔[۲]

(II)

اسلامی اور برطانوی عہد حکومت میں متحدہ ہندوستان مشرقی مخطوطات مہیا کرنے والا ایک عظیم خطہ تھا۔ سرکاری کتب خانوں کے علاوہ خدا بخش، پٹنا اور رضا، رامپور جو ابتدائی طور پر ذاتی کتب خانے تھے اور اب ہندوستانی حکومت کی نگرانی میں کام کر رہے ہیں، جنوبی ایشیا میں عربی اور فارسی مخطوطات کے عظیم ذخائر رکھتے ہیں۔ تاہم ان کتب خانوں میں بھی ترکی مخطوطات گنے چنے ہی ہیں۔ تقسیم ہند کے وقت (مغربی) پاکستان میں پہلے سے مخطوطات کے مندرجہ ذیل اہم ذخائر تھے: پنجاب یونی ورسٹی لائبریری، لاہور؛ پنجاب پبلک لائبریری، لاہور اور اسلامیہ کالج، پشاور۔ آزادی کے بعد پاکستان میں مزید کچھ ادارے قائم کیے گئے جن کا کام مخطوطات کی خریداری اور حفاظت ہے جیسے قومی

عجائب گھر، کراچی؛ نیشنل آرکائیوز اوف پاکستان، اسلام آباد؛ قومی کتب خانہ پاکستان (سابقہ نیشنل لیاقت لائبریری، کراچی) اسلام آباد اور مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد۔ ان سب کتب خانوں میں ترکی مخطوطات کی ایک گنی چنی تعداد موجود ہے۔

پاکستانی کتب خانوں میں ترکی مخطوطات کیسے پہنچے یا کیوں پائے جاتے ہیں؟ یہ ایک دلچسپ مطالعہ ہے۔ یہ جواب حاصل کرنے کے لیے ہمیں دیگر ثقافتی حوالوں اور رابطوں سے قطع نظر، تاریخ کے دو واقعات پر بھی نظر رکھنا ہوگی۔ پہلا واقعہ تقسیم ہند (۱۹۴۷ء) ہے جس میں ہندوستانی علاقوں سے کئی مسلمان خاندان ہجرت کرکے پاکستان آئے۔ ان کے رخت سفر میں کہیں کہیں مخطوطات بھی تھے۔ ۱۹۴۷ء کے ہنگاموں کے بعد جب قدرے سکون ہوا تو کئی مسلمان خاندانوں نے ہندوستانی علاقوں سے اپنی کتابیں پاکستان منتقل کیں۔ سب سے بڑا ذخیرہ انجمن ترقی اردو کے مخطوطات کا ہے جو اس کے دہلی دفتر سے کراچی منتقل کیا گیا۔ دوسرا بڑا واقعہ افغانستان پر سوویٹ یونین کا حملہ (۱۹۷۸ء) ہے۔ اس حملے اور اس کے بعد کی خانہ جنگیوں سے لاکھوں افغانی پاکستان آئے اور افغانستان کے اندر واقع کیا سرکاری اور کیا ذاتی کتب خانے، سب لُٹ گئے اور ان کے مخطوطات پاکستان پہنچے۔ ۱۹۷۸ء کے بعد پاکستان کے سرکاری اور ذاتی کتب خانوں میں جو مخطوطات شامل ہوئے ہیں ان میں زیادہ تعداد افغانستان سے لوٹے گئے یا منتقل کیے گئے مخطوطات کی ہے۔

پاکستان میں ترکی زبان کے مخطوطات کی مجموعی یا تقریبی تعداد کے بارے میں ہمیں وثوق سے کچھ علم نہیں ہے، چہ جائے کہ ان کے مستند کوائف بھی دستیاب ہوں۔ اس بارے میں جو سروے شائع ہوئے ہیں وہ ناکافی ہیں۔ برصغیر پاک و ہند اور دیگر ہمسایہ ممالک میں ترکی مخطوطات پر ایک جائزہ ملتا ہے:

Eleazar Birnbaum, "Turkish manuscripts cataloguing since 1960 and manuscripts still uncatalogued, Part 3: U. S. S. R., Iran, Afghanistan, Arab lands (except Palestine), Israel and Palestine, India and Pakistan, China", *Journal of American Oriental Society*, Vol.103, No.4 (Oct–Dec.1983): p 691–707.

جائزہ نگار نے بالکل صحیح لکھا ہے:

> چونکہ اکثر ترکی تصانیف کے نام عربی اور فارسی ہیں، اس لیے ان کی بطور ترکی تصنیف کے تشخیص مشکل ہوجاتی ہے۔ پنجاب یونی ورسٹی لاہور میں ذخیرۂ شیرانی کی فہرست میں یہی مسئلہ ہے۔ پنجاب پبلک لائبریری اور لاہور میوزیم میں بھی کچھ ترکی مخطوطات ہیں۔ ترکی مخطوطات کو نظر انداز کیا جانا اس وقت تک جاری رہے گا جب تک برصغیر میں ماہر ترکی دان یہ کام اپنے ہاتھ میں نہیں لیتے۔[۳]

محمد سہیل عمر نے بھی پاکستانی مخطوطات کا ایک جائزہ تیار کیا تھا جس کے کوائف مندرجہ ذیل ہیں:

Muhammad Suheyl 'Umar, "PAKISTAN" in *World Survey of Islamic Manuscripts*, Geoffrey Roper (General Editor), London, Vol.II. (1993): p. 449–559.

اس جائزے میں ان مخطوطات کی زبانوں کا ذکر کیا گیا ہے جن میں ترکی بھی شامل ہے، کہیں کہیں ان مخطوطات کی تعداد بھی بتائی گئی ہے، لیکن خود یہ جائزہ اور اس میں بتائے گئے اعداد وشمار نامکمل ہیں۔ جائزے کی اس جلد کے انڈکس میں جہاں مخطوطات کی زبانوں کا اشاریہ دیا گیا ہے، وہاں حیرت انگیز طور پر ''ترکی'' زبان کو نظر انداز کردیا گیا ہے حال آنکہ اشاریے کے عنوان میں لفظ ''ترکی زبان'' موجود ہے!

خود راقم السطور نے پاکستانی فہارس مخطوطات کا جو کتابیاتی جائزہ شائع کیا ہے (عارف نوشاہی، کتاب شناسی توصیفی فہرست ہای نسخہ ہای خطی پاکستان (و بنگلا دیش)، قم، کتابخانۂ بزرگ حضرت آیۃ اللہ العظمی مرعشی نجفی، ۲۰۰۵ء) اس کے اشاریے میں مخطوطات کی، زبانوں کے اعتبار سے نشان دہی کی ہے اور اس کی مدد سے ترکی مخطوطات کی حامل فہرستوں تک رسائی ہو جاتی ہے۔

(III)

پاکستانی کتب خانوں میں ترکی مخطوطات کی موجودگی کا علم راقم السطور کو دو ذرائع سے ہے۔ ایک وہ فہرستیں جو ان کتب خانوں کے مخطوطات کے لیے تیار کی گئی ہیں، ان میں زیادہ مطبوعہ ہیں اور

کچھ غیرمطبوعہ؛ دوسرا ذاتی طور پر بھی بعض کتب خانوں میں ترکی مخطوطات دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ پاکستانی مخطوطات کی فہرستیں تیار کرنے والے افراد، جن میں سے اکثر کو میں ذاتی طور پر جانتا ہوں، شاید ہی ترکی زبان سے واقف ہوں، اس لیے ان کی فراہم کردہ معلومات پر آنکھیں بند کر کے اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ اس کا تجربہ راقم کو اس وقت ہوا جب میں نے کتب خانۂ گنج بخش میں چند ترکی مخطوطات اِس مقالے کی تیاری کے لیے دیکھے۔ جو معلومات کتب خانے کی فہرست میں درج تھیں، وہ غیر تسلی بخش ثابت ہوئیں۔ اگرچہ خود میں بھی ترکی زبان سے ناآشنا ہوں لیکن اتنا امتیاز ضرور کرسکتا ہوں کہ نسخہ بزبان حال کیا کہہ رہا ہے اور فہرست میں کیا لکھا ہے؟ تحقیق کا تقاضا ہے کہ کوئی ترکی دان مخطوطہ شناس محقق ان تمام مخطوطات کا (یا ان میں سے جو بھی دستیاب ہوں) دوبارہ جائزہ لے اور ہمیں بتائے کہ پاکستانی کتب خانوں میں کون کون سے ترکی مخطوطات ہیں۔ میں اپنے مقالے میں محض ان کی نشان دہی کروں گا۔

پاکستان میں مخطوطات کے تین بڑے مرکز یہ ہیں:

۱۔ کتابخانۂ گنج بخش، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، اسلام آباد؛

۲۔ مرکزی کتب خانہ، پنجاب یونی ورسٹی، لاہور؛

۳۔ نیشنل میوزیم اوف پاکستان، کراچی، بشمول ذخیرۂ انجمن ترقی اردو۔

کتابخانۂ گنج بخش کی وہ فہرستیں جو ایرانی فہرست نویس ڈاکٹر محمد حسین تسبیحی نے تیار کی ہیں، دو طرح کی ہیں، مجمل اور مفصل۔ دونوں نوعیت کی فہرستوں میں ترکی نسخوں کے کوائف مل جاتے ہیں۔ تسبیحی کی مجمل فہرست الفبایی نسخہ ہای خطی کتابخانۂ گنج بخش سے ہمیں گذشتہ ۳۵ سالوں میں اس کتب خانے میں جمع ہونے والے تقریباً پچاس ترکی مخطوطات کی نشان دہی ہو جاتی ہے، لیکن اس فہرست میں ترکی مخطوطات تلاش کرنے کے لیے آپ کو اس فہرست کے دو کالمی ۸۳۳ صفحات کی ایک ایک سطر دیکھنا پڑتی ہے، کیونکہ فہرست میں الگ سے ترکی مخطوطات کا کوئی اشاریہ نہیں ہے۔ اس کے برعکس تسبیحی کی مفصل فہرست نسخہ ہای خطی کتابخانۂ گنج بخش (تین جلدیں) میں یہ سہولت حاصل ہے کہ اشاریے کی مدد سے فوراً ترکی مخطوطات تک پہنچا جاسکتا ہے۔ ان تین جلدوں میں ترکی کے دس سے کم نسخوں کا قدرے مفصل تعارف ہے۔

پنجاب یونی ورسٹی کی صورت حال افسوس ناک ہے۔ وہاں گذشتہ ایک سو سال سے زیادہ عرصے سے مشرقی مخطوطات جمع ہو رہے ہیں لیکن ترکی مخطوطات کے بارے میں کتب خانے کی طرف سے کوئی اعداد و شمار جاری نہیں کیے گئے۔ اس کتب خانے کے ذخیرۂ شیرانی کے فہرست نگار ڈاکٹر محمد بشیر حسین (۱۹۳۱–۱۹۸۳ء) نے جب اس ذخیرے کی فہرست نویسی کا ڈول ڈالا تو ان کا منصوبہ اس ذخیرے کے تمام ۳۵۰۰ مخطوطات کی فہرست تیار کرنے کا تھا، لیکن وہ شائع شدہ تین جلدوں میں صرف (تقریباً ۲۵۰۰) فارسی مخطوطات متعارف کرا سکے۔ وہ جلد اوّل کے مقدمے میں بصراحت لکھتے ہیں:

> زیر نظر فہرست ان، فارسی، عربی، اردو، ترکی، گجراتی، پشتو، پنجابی اور مرہٹی مخطوطات کے کوائف پر مشتمل ہے جو ''مجموعۂ شیرانی'' کے نام سے پنجاب یونی ورسٹی لائبریری میں محفوظ ہے۔[4]

لیکن بشیر حسین کی مرتبہ یہ تینوں جلدیں صرف فارسی مخطوطات سے متعلق ہیں جس کا اعلان انھوں نے تیسری جلد کے دیباچے میں یہ کہہ کر کیا:

> الحمد للہ کہ اس جلد کے ساتھ ذخیرۂ شیرانی کے فارسی مخطوطات کا تعارف مکمل ہو رہا ہے۔[5]

ترکی اور دیگر زبانوں کے مخطوطات کی فہرست کا منصوبہ کیا ہوا؟ کچھ پتا نہیں ہے۔ پنجاب یونی ورسٹی کے باقی ذخیروں میں ترکی مخطوطات کی صورت حال واضح نہیں ہے۔

جس زمانے میں پاکستان، ایران اور ترکی کی سرکاری تنظیم ''علاقائی تعاون برائے ترقی'' فعال تھی تب نیشنل میوزیم اوف پاکستان میں ترکی مخطوطات کا بھی چرچا کیا گیا اور ایس اے نقوی نے *A Glimpse into the Common Literary Heritage of Pakistan, Iran & Turkey* لکھ کر نیشنل میوزیم اوف پاکستان میں ترکی مخطوطات کا ذکر کیا۔ لیکن یہ ۱۹۶۶ء کی بات ہے، اس کے بعد میوزیم میں مخطوطات کا مسلسل اضافہ ہوتا رہا ہے اور ہم ترکی مخطوطات کے صحیح اعداد و شمار اور کوائف سے بے خبر ہیں۔ راقم السطور نے ۱۹۷۸–۷۹ء میں میوزیم اور میوزیم میں محفوظ انجمن ترقی اردو کے ذخیرۂ مخطوطات کے فارسی مخطوطات کی فہرست نویسی کی تھی اور

اس میں ایسی ترکی فرہنگیں دیکھی تھیں جو فارسی میں لکھی گئی ہیں۔ میں نے ان تمام مخطوطات کا ذکر میوزیم اور انجمن کی فہارس مخطوطات میں کیا ہے۔

لاہور کا ایک اور کتب خانہ، جہاں مخطوطات کا قابل قدر ذخیرہ موجود ہے اور اب گذشتہ کچھ سالوں سے بے توجہی کا شکار ہے، پنجاب پبلک لائبریری ہے، جس کے تمام مخطوطات کی مفصل فہرست بیسویں صدی کی ساٹھ کی دہائی میں منظور احسن عباسی (۱۸۹۲ – ۱۹۸۲ء) نے تیار کی تھی۔ یہ پاکستان کی واحد فہرست مخطوطات ہے، جس کے سرورق پر ترکی زبان کے مخطوطات کے اندراجات کا اظہار یوں کیا گیا ہے: تفصیلی فہرست مخطوطات متفرقہ (اردو، پنجابی، ہندی، کشمیری، ترکی، پشتو) پنجاب پبلک لائبریری ،لاہور (لاہور،۱۹۶۴ء)۔ اس میں چار ترکی مخطوطات کا مجمل ذکر ہے جن کا مفصل ذکر مصنف نے اپنی، تفصیلی فہرست مخطوطات فارسیہ پنجاب پبلک لائبریری ،لاہور (لاہور،۱۹۶۳ء) میں کیا ہے۔

وہ فہرستیں جو مخطوطات کی زبان کے لحاظ سے تیار ہوئی ہیں، خاص طور پر فارسی مخطوطات کی فہرستیں، ان میں ہمیں اِکا دُکا ترکی مخطوطات بھی مل جاتے ہیں لیکن فہرست کے سرورق پر ترکی زبان کا اظہار نہ ہونے کے باعث عام قاری ان مخطوطات کی موجودگی سے بے خبر ہی رہتا ہے۔ ایرانی فہرست نگار احمد منزوی (وفات ۲۰۱۶ء) نے تقریباً تیرہ سال (۱۹۷۷– ۱۹۹۰ء) پاکستان میں قیام کیا اور یہاں کے فارسی مخطوطات کی ایک جامع فہرست مرتب کی جو فہرست مشترک نسخہ ہای خطی فارسی پاکستان نام سے چودہ جلدوں میں شائع ہوئی (اسلام آباد: مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان، ۱۹۸۳ –۱۹۹۷ء)۔ اس فہرست کے جس حصّے میں قواعدِ زبان اور فرہنگوں پر مخطوطات کا تعارف ہوا ہے، مصنف نے ترکی زبان کے قواعد اور لغات پر لکھی گئی فارسی کتب کا تعارف بھی درج کیا ہے۔

پاکستان کے کچھ کتب خانے ایسے بھی ہیں جن میں ترکی مخطوطات موجود ہیں، ان کی فہرست نویسی بھی ہوئی، لیکن یہ فہرستیں تاحال شائع نہیں ہوئیں جیسے عبد العزیز خطیب رحمانی کی تیار کردہ فہرست کتب موجودہ خانقاہ تونسہ شریف، ضلع ڈیرہ غازی خان ،جس کا مسودہ ادارۂ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد کی ڈاکٹر حمیداللہ لائبریری میں موجود

ہے۔لاہور کے ایک نجی کتب خانہ مملوکہ جی معین الدین کے مخطوطات کی فہرست ڈاکٹر ظہورالدین احمد (وفات ۲۰۱۴ء) نے تیار کی تھی، یہ بھی غیر مطبوعہ ہے اور اس کی ایک نقل میرے پاس ہے۔ اس میں پانچ ترکی مخطوطات کا تعارف ہے۔

(IV)

یہاں ایک مکمل فہرست ان فہرستوں کی دی جاتی ہے جن میں ترکی مخطوطات کا ذکر ہوا ہے:

بشیر حسین، محمد، فہرست مخطوطات شفیع (لاہور،۱۹۷۲ء)

بشیر حسین، محمد، فہرست مخطوطات شیرانی، ۳ جلدیں (لاہور، ۱۹۶۹–۱۹۷۵ء)

تسبیحی، محمد حسین، فہرست الفبایی نسخہ ہای خطی کتابخانۂ گنج بخش مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان از آغاز تاسیس تاکنون (۱۳۴۹ ش تا ۱۳۸۴ ش)، ویرایش دوم (اسلام آباد، ۲۰۰۵ء)

تسبیحی، محمد حسین، فہرست نسخہ ہای خطی کتابخانۂ گنج بخش مرکز تحقیقات فارسی ایران وپاکستان، ۳ جلدیں (اسلام آباد، ۱۹۷۱–۱۹۷۶ء)

تسبیحی، محمد حسین، کتابخانہ ہای پاکستان (اسلام آباد، ۱۹۷۲ء)

خشک، محمد یوسف، فہرست مخطوطات سچل سرمست لائبریری (خیر پور، ۱۹۹۷ء)

خطیب رحمانی، عبدالعزیز، فہرست کتب موجودہ خانقاہ تونسہ شریف، ضلع ڈیرہ غازی خان، ۲۸ صفحات، غیر مطبوعہ

رشید احمد، فقیر سید جلال الدین وقف لاہور کی عجائب گھر لاہور کو عطا کردہ گران قدر نوادرات کی مجمل فہرست (لاہور، ۱۹۷۲ء)

رشید احمد، مفصل فہرست مخطوطات و نادر مطبوعات، جلد اول ''مشتمل بر ذخیرۂ عجائب گھر'' (لاہور، ۱۹۷۱ء)

ظہورالدین احمد، فہرست مخطوطات کتب خانہ جی معین الدین (لاہور، غیر مطبوعہ)

عارف نوشاہی، فہرست نسخہ ہای خطی فارسی انجمن ترقی اردو، کراچی (اسلام آباد،۱۹۸۴ء)

عارف نوشاہی، فہرست نسخہ ہای خطی فارسی موزۂ ملی پاکستان، کراچی (اسلام آباد،۱۹۸۳ء)

عباسی،منظور احسن، تفصیلی فہرست مخطوطات فارسیہ پنجاب پبلک لائبریری، لاہور (لاہور،۱۹۶۳ء)

عباسی،منظور احسن، تفصیلی فہرست مخطوطات متفرقہ (اردو، پنجابی، ہندی، کشمیری، ترکی، پشتو) پنجاب پبلک لائبریری ،لاہور (لاہور،۱۹۶۴ء)، ۴مخطوطات

منزوی،احمد، فہرست مشترک نسخہ ہای خطی فارسی پاکستان (اسلام آباد،۱۹۹۲ء، ج۱۳؛ ۱۹۹۷ء، ج ۱۴)

نجم الاسلام،''سندھی ادبی بورڈ جام شورو کے مخطوطات کی اجمالی فہرست''، تحقیق، شعبۂ اردو، سندھ یونی ورسٹی، جام شورو، ش۶ (۱۹۹۲ء)،ص۴۰۱،ایک نسخہ

نقوی، ایس اے، *A Glimpse into the Common Literary Heritage of Pakistan, Iran and Turkey* (کراچی، ۱۹۶۶ء)

شہروں کی ترتیب سے کتب خانوں کا ذکر، جہاں ترکی مخطوطات موجود ہیں:

اسلام آباد

ڈاکٹر حمید اللہ لائبریری ادارۂ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی؛

گنج بخش لائبریری، مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان؛

عارف نوشاہی ذاتی ذخیرۂ کتب؛

نیشنل لائبریری اوف پاکستان

پیر جو گوٹھ، خیر پور، سندھ

جامعہ رشیدیہ

تونسہ شریف، ضلع ڈیرہ غازی خان

خانقاہ لائبریری

جام شورو، سندھ

سندھی ادبی بورڈ، سندھ یونی ورسٹی

خیر پور، سندھ

سچل سرمست پبلک لائبریری

سردار پور جھنڈیر، میلسی، پنجاب

مسعود جھنڈیر ریسرچ لائبریری

کراچی

نیشنل میوزیم اوف پاکستان بشمول ذخیرۂ انجمن ترقی اردو

ہمدرد لائبریری

لاہور

پروفیسر مولوی محمد شفیع مرحوم، مولوی صاحب کی وفات کے بعد ان کا ذخیرۂ کتب منتشر ہو چکا ہے اور اب یہ لاہور میں موجود نہیں ہے۔

احسان دانش مرحوم؛ اب یہ ذخیرہ فروخت ہو چکا ہے۔

جی معین الدین مرحوم؛

پنجاب یونی ورسٹی سنٹرل لائبریری؛

پنجاب پبلک لائبریری

خلیل الرحمان داودی مرحوم (۱۹۲۳ – ۲۰۰۲ء)، ان کے متروکہ ذخیرے میں کم از کم پچیس ترکی مخطوطات موجود تھے جن کی فہرست سازی ہونا باقی ہے۔ ان کے اول و آخر کے کچھ عکسیات، صاحبِ ذخیرہ کے فرزند شقایق النعمان داودی نے مجھے فراہم کیے ہیں۔

ملتان

حاجی عبدالحلیم خان خویدی ترین۔

(V)

چند منتخب ترکی مخطوطات

پاکستانی کتب خانوں میں پائے جانے والے مخطوطات دو طرح سے ترکی زبان سے متعلق ہیں۔ ایک وہ مخطوطات جو چغتائی ترکی زبان میں لکھے گئے ہیں، دوسرے وہ جو ترکی زبان سے متعلق فارسی میں لکھے گئے ہیں۔ دوسری نوعیت میں زیادہ تر قواعد زبان اور لغات/نصابات کی کتب ہیں۔ یہاں چند منتخب مخطوطات کا ذکر الفبائی ترتیب سے کیا جاتا ہے۔

اربعین، منظوم

ازعلی شیر نوائی۔ چالیس حدیثوں کا منظوم ترکی ترجمہ ہے۔

اس کا نسخہ خلیل الرحمان داودی، لاہور کے پاس ہے۔

انتخاب فرہنگ مؤید الفضلامن لغت الترکی

نسخہ سچل سرمست لائبریری، خیر پور، (شمارہ 491.553)، ۲۲۰ ورق۔[۶]

انتخاب کلام بیرم خان

بیرم خان خانِ خانان (وفات ۱۴ جمادی الاول ۹۶۸ھ /۱۵۶۰ء) کے اس انتخابِ کلام کے ساتھ اس کے کچھ خطوط بھی ہیں۔ اس کا نسخہ، سچل سرمست پبلک لائبریری، خیر پور میں ہے۔ ۱۰۴ صفحات، نمبر ۵۵۱، ۸۹۱(ب ی ر)۔[۷]

بیرم خان کا ترکی دیوان بہ اہتمام ڈاکٹر محمد صابر، کراچی سے ۱۹۷۱ء میں چھپ چکا ہے۔

انشاے ترکی

پنجاب یونی ورسٹی، لاہور، نمبر k pi x 6۔

تحفۂ حسام (منظوم)

اس کا ایک نسخہ مکتبہ معروفیہ، ٹمیاری، سندھ میں موجود ہے۔ کاتب عبدالسلام، تاریخ کتابت ۱۱۸۹ھ/۱۷۷۵ء۔ (سلیم اللہ صدیقی، خزینة المخطوطات، ج ا (حیدرآباد، ۲۰۰۶ء)، ص ۵۵۰)۔

تحفۂ وہبی

از محمد وہبی سنبل زادہ بن رشید مرعشی (وفات ۱۲۲۴ھ/۱۸۰۹ء)، مثنوی کی صنف میں ترکی-فارسی نصاب ہے، اس کا نسخہ گنج بخش، اسلام آباد (نمبر ۸۳۸۴) میں ہے۔ ۳۸ صفحات۔[۸]

تذکرۃ الاولیا

اس کی ابتدائی عبارت اس طرح ہے: سپاس و ستایش خداغہ کہ برکوچیدور بندہ لاریکا نعمت لاری۔

اس کا نسخہ خلیل الرحمان داودی، لاہور کے ہاں ہے۔ نسخہ وسطی ایشیا میں کتابت ہوا ہے۔ اس پر آٹھ کونوں والی مہر ''محمد اخوند ابن الیاس داملا'' ثبت ہے۔ میں نے اس کے چند صفحات کا عکس دیکھا ہے۔ مصنف اور کتاب کا نام یقیناً نسخے کے اندر ہوگا۔ متن کے پہلے صفحے پر کسی نے اس کا نام تذکرۃ الاولیا لکھ دیا ہے۔

ترجمۂ تاج المصادر

حاجی تاشکندی کی ترکی تصنیف کا فارسی ترجمہ ہے، مترجم نامعلوم، ۱۱۱۳ھ/۱۷۰۱ء میں تیار کیا گیا۔ اس کے دیباچے میں شہزادہ محمد معظم اور شہزادہ محمد رفیع الدرجات کی تعریف کی گئی ہے۔ اس سے یہ گمان ہوتا ہے کہ یہ ترجمہ دہلی کے تیموری شہزادوں کی تعلیم کے لیے کیا گیا۔ ترکی قواعد زبان ہیں اور ترکی افعال کے فارسی اور عربی مترادفات اور ترکی اسما کے فارسی مترادفات دیے گئے ہیں۔ اس کا نسخہ، ۱۱۵۴ھ/۱۷۴۱ء کا کتابت شدہ، ۵۷ ورق، مولوی محمد شفیع، لاہور کے کتب خانے میں تھا۔[۹]

ترجمۂ ترغیب الصلوۃ

محمد بن احمد زاہد کی فارسی تصنیف کا ترکی ترجمہ ہے۔ یہ ترجمہ ماوراء النہر کے کسی خان، ابوالفتح دوست محمد خان بہادر کے عہد میں ہوا۔ ترغیب الصلوۃ، نماز کے مسائل پر حنفی فقہ کی معروف کتابوں میں سے ہے۔

اس کا ایک مکمل نسخہ خلیل الرحمان داودی، لاہور کے ہاں ہے۔ ترقیمہ تو موجود ہے لیکن اس میں کاتب کا نام ہے نہ تاریخ کتابت۔

ترجمۂ خلاصۃ المفاخر فی مناقب شیخ عبدالقادر/ فتح الباب فی مناقب قطب الاقطاب

مترجم مولوی حیات علی۔ عربی سے ترکی میں ترجمہ ہے۔ شیخ عبدالقادر گیلانی (وفات۵۶۱ھ) کے مناقب پر مشتمل ہے۔

نسخہ سچل سرمست پبلک لائبریری خیر پور میں ہے (شمارہ (HYA) 297.6)۔[۱۰]

ترجمۂ دلائل الخیرات

نسخہ حاجی عبدالحلیم خان خویدی ترین، ملتان کے پاس دیکھا گیا۔ کاتب حسین الوہبی شاگرد سید محمد امین، سال کتابت ۱۲۸۴ھ۔[۱۱]

ترجمۂ محبوب القلوب

امیر علی شیر نوائی کی ترکی تصنیف کا فارسی ترجمہ مـرغـوب الـفـواد کے نام سے، میرزا علی بخت اظفری نے ۲۴ ربیع الاول ۱۲۰۸ھ/ ۱۷۹۳ء کو لکھنو میں کیا تھا اور اسی سال ۱۲ شعبان کو لکھنو ہی میں بقلم میرزا محمد ظفرالدین عرف میرزا حسین بخش بن محمد یعقوب کتابت ہوا۔ اس کا نسخہ پنجاب یونی ورسٹی لائبریری، لاہور میں ہے۔ شمارہ Pi X 59 / 984۔[۱۲]

ثبات العاجزین

از صوفی اللہ یار حنفی بخاری (۱۰۴۳–۱۱۳۳ھ / ۱۶۳۴–۱۷۲۱ء)، ایک مذہبی اور اخلاقی مثنوی ہے۔ ایران کے شہر گنبد قابوس سے ۱۳۶۶ شمسی میں شائع ہوچکی ہے۔ یہ مثنوی ایران کے ترکمان اہل سنّت کے ہاں بہت مقبول ہے۔

مطلع:

ثنا للخالق غبرا و افلاک

براتی قطرہ دین گوہر پاک

اس مثنوی کے تین نسخے کتب خانہ گنج بخش، اسلام آباد میں ہیں۔ نمبر۸۴۱۳ (تاریخ کتابت ۱۲۹۴ھ، ۸۴ ورق) اور نمبر۸۴۹۰ (۱۱۳صفحات)؛ نمبر ۱۴۲۹۱۔ یہ نسخے میں نے خود دیکھے ہیں۔ تین نسخے خلیل الرحمان داودی مرحوم، لاہور کے ذخیرے میں ہیں جن کا خط معمولی ہے۔ ایک نسخے کے کاتب

کا نام جوش [؟] قلی بن محمد علی بای اور تاریخ کتابت ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء ہے۔

حاشیۂ دلایل الخیرات

دلایل الخیرات مع حاشیہ بزبان ترکی از قبرس صالح افندی۔

اس کا ایک نسخہ مدرسۂ خاتم النبیین، سوندہ، ضلع ٹھٹھہ، سندھ میں ہے۔سال کتابت ۱۱۵۸ھ، خط نسخ، ۱۴۷ ورق۔ (سلیم اللہ صدیقی، خزینۃ المخطوطات، ج ۱(حیدرآباد،۲۰۰۶ء)،ص ۶۴۸)۔

حیرت الابرار

میر علی شیر نوائی کے خمسہ کی ایک مثنوی ہے۔

مطلع:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
رشتہ غہ چکتی نچہ درّ یتیم

Bismillâhi'r-rahmâni'r-rahîm
Ristega çekti neçe dürr-i yetim

نسخہ میاں مسعود ریسرچ لائبریری، سردار پور جھنڈیر میں ہے۔کاتب محمد یعقوب بن نیک محمد، سال کتابت ۱۲۸۰ھ/ ۱۸۶۳ء، ۹۶ ورق۔

دیوان بابر

دیوان بابر، ظہیرالدین بابر کا دیوان ہے۔اس کا نسخہ احسان دانش، لاہور کے پاس تھا۔ نسخے پر اورنگ زیب عالمگیر کی مہر ثبت ہے۔[۱۳]

دیوان ترکی

نامعلوم

۲۳۲صفحات، گنج بخش،اسلام آباد،نمبر ۳۴۰۶۔[۱۴]

دیوان حشمت

حشمت بن عباس افندی (عباس افندی زادہ حشمت) کی ولادت ۱۷۲۰ء اور ۱۷۳۰ء کے درمیان استنبول میں ہوئی اور انتقال ۱۱۸۲ھ / ۱۷۶۸ء میں جزیرہ رودس بحیرہ ابیض میں ہوا۔ یہ ان کے

قصائد اور غزلیات کا دیوان ہے۔ شروع میں ایک دیباچہ بھی ہے۔ حصۂ قصائد کے بعض قصیدے یہ ہیں:

- منظومہ تعریفات اسماء الحسنی
- تعریفات اسماء النبی
- تخمیس سلیس قصیدۂ منفرجہ
- تخمیس قصیدۂ بوصیری
- تاریخ جلوس سلطان مصطفیٰ خان
- قصیدہ در وصف سفر عجم سلطان محمود
- قصیدہ صدر اعظم راغب محمد پاشا، بمناسبت سفر حج
- قصیدہ عبداللہ پاشا
- قصیدہ حکیم زادہ علی پاشا
- قطعۂ تاریخ وفات والد خود عباس افندی
- قصیدۂ شیخ الاسلام ولی الدین افندی

آغاز غزلیات:

خاکپای حضرت فخر جہانم حشمتا
توتیای نور چشم انس و جانم حشمتا

بخط اسمعیل رائف، ۲۰ ذی الحجہ ۱۲۱۹ھ، ۲۲۴ صفحات، گنج بخش، اسلام آباد، نمبر ۶۳۸۷۔ یہ نسخہ میں نے خود دیکھا ہے۔

دیوان زاغ توطا

کاتب نے ہر نظم کے مقطع میں ''زاغ توطا'' کا لفظ نمایاں طور پر لکھا ہے اس سے مجھے گمان ہوا کہ شاعر کا تخلص ''زاغ توطا'' ہے! ابتدائی صفحات نثر نما ہیں۔ قدیم خط، ۴۳۸ صفحات، نسخہ گنج بخش، اسلام آباد، نمبر ۱۴۸۴۳۔[۱۵]

دیوان علی شیر نوایی

دربار ہرات کے معروف معارف پرور وزیر میر علی شیر نوایی (۱۴۴۱–۱۵۰۱ء) کا چغتائی ترکی

ادب میں بڑا مقام ہے۔ ان کے ترکی دیوان کے کتب خانۂ گنج بخش، اسلام آباد میں حسب ذیل چھے نسخے ہیں:

۱۔ کاتب عبدالرحمان، ۱۰۰۹ھ (نمبر۱۴۱۴۳)؛

۲۔ تاریخ کتابت ۱۲۲۳ھ، ۴۵۴ ورق، شروع میں دیباچہ بھی ہے۔ (نمبر۴)؛

۳۔ کتابت ۱۲۴۵ھ، مجموعہ میں، ص۲۵۱–۸۶۳ (نمبر۱۶۰۰۴)؛

۴۔ کتابت ۱۲۵۴ھ، مجموعہ میں، ص۲۴–۳۶۶ (نمبر۱۵۹۹۳)؛

۵۔ تاریخ کتابت ۱۲۹۷ھ (نمبر۱۳۱۸۷)؛

۶۔ بلا تاریخ (نمبر ۱۶۲۶۱)۔[۱۶]

ایک نسخہ میاں مسعود ریسرچ لائبریری، سردار پور جھنڈیر (شمارہ ۱۳۸۴) میں دیکھا ہے۔ یہ گیارھویں صدی ہجری کا بخط نستعلیق لکھا ہوا ہے۔ اس کا پہلا مصرع ''یا ربّ اولغان ...... جدا'' ہے اور آخر میں ردیف یاء کی غزلیات میں ناقص ہے۔ ۱۵۵ ورق۔ اس نسخے پر کابل یونی ورسٹی کی مہر ثبت ہے۔ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ ۱۹۷۸ء میں افغانستان پر روسی حملے کے بعد یہ پاکستان منتقل ہوا ہے۔

دیوان کا ایک نسخہ خلیل الرحمان داودی، لاہور کے ہاں بھی ہے۔

دیوان فضولی

محمد فضولی بغدادی (تقریباً ۱۴۸۳ – ۱۵۵۶ء)، ترکی اور فارسی زبانوں کے معروف ادیب اور شاعر گذرے ہیں۔ کتب خانۂ گنج بخش، اسلام آباد میں ان کے ترکی دیوان کے دو نسخے ہیں:

۱۔ کاتب محمد زمان بن عبدالعزیز خواجۂ بلخی حسینی، تاریخ کتابت، روز عید قربان، ۱۲۲۹ھ/۱۸۱۴ء، درقریۂ خوجم شیخ علیہ الرحمہ و الرضوان (شاید اس سے مراد کاتب کے شیخ طریقت یا والد کا گاؤں ہے لیکن اس کا خاص نام نہیں دیا)، ۱۱۳ ورق، (نمبر۵۹۷)۔[۱۷]

۲۔ سال کتابت ۱۲۶۶ھ، (نمبر۱۶۴۲۲)۔[۱۸]

دیوان قل خواجه احمد؟

نسخہ فروش نے نسخے کے سرورق پر ''دیوان خواجہ احمد یسوی'' لکھا ہے اور اسی پر تسبیحی نے

اعتبار کیا ہے۔[19] چونکہ میں نے یہ نسخہ دیکھا ہے، یہ خواجہ احمد یسوی (۱۰۹۳ – ۱۱۶۶ء) کا دیوان نہیں بلکہ ان کے مناقب ہیں، ایک پوری غزل کی ردیف ''احمد یسوی'' ہے:

یا ایھا المزمل اصحابغہ مدثر
ہم کامل مکمل، شیخم احمد یسوی

کتاب کا ابتدائی حصہ منثور و منظوم ہے۔ منثور حصے میں واقعہ بیان کیا جاتا ہے اور منظوم میں مناقب۔ دیباچے کی ابتدائی سطور میں خواجہ نورالدین تاشکندی کا ذکر ملتا ہے۔ بعض مقطعوں میں ''قل خواجہ احمد'' آیا ہے جس سے قیاس ہوتا ہے کہ یہ دیوان قل خواجه احمد ہے۔ ترقیمہ یوں ہے:

تـمـت الکتاب بعون الملك الوہاب هذا نسخه متبرکه شریفه افضل الـصـلـحا و اکمل البلغا حضرت شیخ المشایخ خواجه احمد یسوی نور مرقده ......۔

کاتب ملا عبدالرشید، کتابت ۱۲۸۱ھ، مجموعہ، ص ۸۰ تا ۳۴۰، نسخہ گنج بخش، اسلام آباد، نمبر ۱۶۰۸۲۔

دیوان لطفی

لطفی تخلص کے کئی شعرا گذرے ہیں۔ یہ امر تحقیق طلب ہے کہ پیش نظر دیوان کس لطفی کا ہے جو ترکی زبان کا شاعر تھا۔ کتابت ۱۲۴۱ھ، گنج بخش، اسلام آباد، نمبر ۱۶۰۰۴، مجموعہ، ص ۸۷۲–۹۹۴۔[20]

دیوان نفعی آفندی

غالبًا یہ نفعی آفندی، عمر بن محمد (وفات ۱۰۴۴ھ/ ۳۵–۱۶۳۴ء) کے دیوان کا نسخہ ہے جس میں قصائد، غزلیات اور رباعیات شامل ہیں۔ ذخیرۂ شیرانی، پنجاب یونی ورسٹی، لاہور، مکتوبہ گیارھویں صدی ہجری، (نمبر ۲/۷۰/۳۰۸۰)۔[21]

دیوان نفعی آفندی کا ایک اور نسخہ لائپزیگ یونی ورسٹی لائبریری (نمبر Turc 080) میں موجود ہے۔

رسالہ در علم میراث

مصنف نامعلوم۔

آغاز: الحمد لله رفع السموات بلا عماد و خفض الارض۔

اس کا نسخہ پنجاب پبلک لائبریری، لاہور (نمبر۳۴، ۲۹۶ لا) میں ہے، ۱۴۰ ورق، بلا تاریخ ہے، اس پر ''السید احمد شیخ ۱۲۴۵'' کی مہر ثبت ہے۔[۲۲]

سبعہ سیّارہ، منظوم

میر علی شیر نوائی کے خمسہ کی چوتھی مثنوی ہے۔ یہ نظامی کی مثنوی ہفت پیکر کے جواب میں لکھی گئی۔

آغاز:

ای   سپاسنگ   دیمکدہ   ایل   تیلی   لال

ایلگہ   تیل   سیندین   اولدی   تیلگہ   مقال

اس کے دو نسخے خلیل الرحمان داودی، لاہور کے ہاں ہیں۔

شرح بحر الغرائب

از لطف اللہ بن ابی یوسف حلیمی (وفات ۹۲۲ھ/ ۱۵۱۶ء)، حلیمی نے پہلے بحر الغرائب، منظوم تصنیف کی تھی، پھر اس کی خود ہی شرح لکھی۔ یہ فارسی۔ترکی فرہنگ ہے۔ اس کا ایک نسخہ راقم السطور (عارف نوشاہی، اسلام آباد) کے پاس ہے، ۱۲۰ ورق (نمبر ۷۶)۔

شرح تحفۂ شاہدی

شارح: لطفی

سندھی ادبی بورڈ، جام شورو کا نسخہ (نمبر ۱۸۷) مصطفیٰ بن ابراہیم، ۱۱۳۴ھ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ اس کے ساتھ لطفی کا منظوم تتمہ اور مصنف کا ایک اور رسالہ مفتاح قواعد تحفہ بھی ہے۔[۲۳]

شمع انجمن یا نصاب حَسن

از حسن علی تخلص مزاج بن محمد اسماعیل خان بیدری، مولفہ بسال ۱۲۵۴ھ/ ۱۸۳۸ء

فارسی، عربی، ترکی، ہندی کے مترادف الفاظ کا منظوم نصاب ہے۔

نسخہ شیرانی کلیکشن پنجاب یونی ورسٹی، لاہور، مکتوبہ ۱۲۶۰ھ، نمبر ۳/ ۱۱۱۱/ ۴۱۶۴۔[۲۴]

فرہنگ ترکی بہ فارسی

نوازش علی مرحوم نے یہ نسخہ اپنے استاد وزیر الحسن عابدی مرحوم، شعبۂ فارسی پنجاب یونی ورسٹی،

لاہور کے ہاں دیکھا تھا اور اسے امیر علی شیر نوائی کی تصنیف بتایا ہے۔ نوائی کی ایک ترکی سے فارسی فرہنگ بدیع اللغت نام سے پائی جاتی ہے، شاید یہ وہی کتاب ہو۔ نوازش علی مرحوم کے بقول یہ نسخہ بہت خوش خط ہے اوراس کی آرائش میں مکتب ہرات کی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ اس پر علی شیر نوائی کی مُہر ثبت ہے۔ ۳۹۲ ورق۔

فرہنگ ترکی به فارسی

از صوفی اللہ یار خان طہماس بیگ خان، اس کا والد، نجف خان (م ۱۷۸۱ء) کے دربار میں، ہندوستان میں منصب دار تھا۔

پنجاب پبلک لائبریری، لاہور کا نسخہ (۳۰۳/۴۹۴ الہ ۳۵، ۴۹۴ حیا)، ۱۹ اوراق پر مشتمل ہے۔[۲۵]

فرہنگ ترکی به فارسی

از میرزا ترک علی بیگ۔ نسخہ سچل سرمست لائبریری، خیر پور (شمارہ ('ABDP) 91, 553) میں ہے۔ تاریخ کتابت ۱۲۴۴ھ، ۲۶ صفحات۔[۲۶]

فرہنگ ترکی به فارسی (منظوم)

از شکر اللہ بن دولت خان بھٹی۔

۱۲۵۷ھ / ۱۸۴۱ء میں کتابت شدہ ایک نسخہ، نیشنل میوزیم اوف پاکستان، کراچی (N.M.1958-253/4-1) کے ایک مجموعے میں ورق ا تا ۳ موجود ہے۔[۲۷]

فرہنگ ترکی به فارسی

از فضل اللہ خان۔ کلکتہ سے طبع ہو چکی ہے۔

میں نے اس کے دو نسخے دیکھے ہیں، ایک نیشنل میوزیم اوف پاکستان، کراچی (N.M.1969-332) میں اور دوسرا ادارۂ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد میں (16682/2)۔[۲۸] تیسرا نسخہ ذخیرۂ حکیم شمس الدین احمد حیدرآبادی، سندھ یونی ورسٹی، جام شورو (شمارہ ۸۲۳۷) میں ہے، بلا تاریخ، بخط نستعلیق، ۳۷ ورق۔ (محمد شفیع بروہی، تحقیق، شمارہ ۴، ص ۲۲۴)۔

فرہنگ ترکی به فارسی

از میر سید حسن، مصنف، شہزادہ محمد اکبر کا معلم تھا اور اسے ترکی زبان سکھاتا تھا۔ یہ فرہنگ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد حکومت (۱۰۶۸-۱۱۱۸ھ) کی تصنیف ہے۔

اس کا نسخہ انجمن ترقی اردو کراچی (نمبر۳ق ف۳۶۱) میں ہے۔ نسخے پر ۱۲۲۱ھ کی مہر ہے، ۲۵۸ صفحات۔[۲۹]

فرہنگ ترکی، معمولی نسخہ ہے، گنج بخش، اسلام آباد، نمبر۴۰۰۶۔

فرہنگ ترکی، مصنف نامعلوم، پنجاب یونی ورسٹی، لاہور، نمبر Pi I 60۔

قصص الانبیا

از ربغوزی قاضی برہان الدین اوغلی ناصرالدین، ۱۲۱۹ھ میں عربی قصص الانبیا سے ترجمہ ہوا ہے۔

نسخہ کتب خانۂ گنج بخش، اسلام آباد میں ہے (نمبر ۹۶۹)، ۳۸۶ ورق۔[۳۰]

ایک نسخہ میاں مسعود ریسرچ لائبریری سردار پور میں بھی ہے، کاتب ملّا محمد مراد بن قلیچ لبابی، تاریخ کتابت ۱۲۵۵ھ۔ کاتب کی مہر "محمد مراد" بھی ثبت ہے۔ ترقیمہ میں کتاب کا نام قصص الربغوزی آیا ہے۔

گلشن خرد، منظوم

از شنکر ناتھ نادر کشمیری، سال تصنیف ۱۲۰۴ھ/۹۰-۱۷۸۹ء ترکی، فارسی، اردو الفاظ کے مترادفات کا نصاب ہے۔ مصنف نے میر باقر علی خان سے ترکی زبان سیکھی تھی۔

اسی سال کا تصنیف شدہ نسخہ نیشنل میوزیم اوف پاکستان، کراچی (N.M.1961-1173) میں موجود ہے۔[۳۱]

لیلی و مجنون

از فضولی بغدادی۔

کتب خانۂ گنج بخش، اسلام آباد، کتابت بارھویں صدی ہجری، ۱۴۰ صفحات، نمبر ۱۵۳۷۔[۳۲]

مثنوی خیر آباد

فہرست میں شاعر کا تخلص نابی[!] لکھا ہے۔ یہ عثمانی سلطان، احمد ثالث بن محمد رابع (۱۱۱۵–۱۱۴۳ھ/۱۷۰۳–۱۷۳۰ء) کی فتوحات کے بارے میں ہے۔

اس مثنوی کا ایک نسخہ مکتوبہ ۱۱۶۱ھ، ۱۰۴ صفحات میں سچل سرمست پبلک لائبریری، خیر پور (نمبر ۱۵۵۱، ۸۹۱ ن ا ب) میں ہے۔[۳۳]

مثنوی صیقل

شاعر کا نام صیقل ہے۔ مذہبی، تاریخی مثنوی ہے۔ انبیا کے قصے، امام حسن اور امام حسین کے واقعات، واقعۂ کربلا مذکور ہیں۔ مطلع:

کیل ایمدی صیقلی دنیا ایرور ھیچ
کونکل چون غنچہ پرخون پیچ در پیچ

نسخہ کتب خانۂ گنج بخش، اسلام آباد (نمبر ۵۴۸) میں ہے۔ ۲۴۳ ورق۔ تسبیحی نے دیوان صیقلی لکھا ہے، جب کہ یہ مثنوی ہے۔[۳۴]

مثنوی مذہبی

مطلع:

شکر اتیب اول خالق برلہ یلی
صانعینک صنعی نہ دور سویلہ یلی

یہ مثنوی کئی ابواب پر مبنی ہے، باب اول معرفت، باب چہارم احسان، باب پنجم صفا، باب دہم حوض، اس کے بعد نماز کے فقہی مسائل شروع ہو جاتے ہیں۔

اس کا نسخہ کتب خانۂ گنج بخش، اسلام آباد (نمبر ۱۴۷۳۸) میں دیکھا ہے۔

مثنوی مذہبی

مطلع:

بہ بسم اللہ قلی انجام نامہ
بوسوز انجام تا بقای تا قیامہ

عارف نوشاہی

اس کا نسخہ کتب خانۂ گنج بخش، اسلام آباد (نمبر ۸۴۱۳) میں دیکھا ہے۔

مثنوی مذہبی

مطلع:

یراتغان بر چہ نی خلاقِ معبود

اوزین بیلدیر گا کونین قیلدی موجود

Yaratkan barçani Hallak-i ma'bud,

Özin bildirge kevneyn kildi mevcud

اس میں ایمان فرض، خدا اور فرشتوں پر ایمان کے عنوانات شروع میں ملتے ہیں۔ اس کا نسخہ کتب خانۂ گنج بخش، اسلام آباد (نمبر ۱۶۱۶۳) میں دیکھا ہے۔

منظومات ترکی

تسبیحی نے فہرست الفبایی کتابخانۂ گنج بخش، اسلام آباد میں ترکی زبان کی چند منظوم کتابوں کی موجودگی کا پتا دیا ہے، لیکن ان کی تفصیل نہیں دی۔ میں نے ان میں سے کچھ نسخے نکلوا کر دیکھے ہیں۔ نمبر ۱۹۲۶ کے تحت ایک دینی مثنوی ہے، جس کا نسخہ ناقص الطرفین ہے۔

مثنوی مشرب

ایک عرفانی مثنوی ہے، جس میں مصنف نے اپنی غزلیات بھی داخل کی ہیں اور ان غزلیات میں اس کا تخلص ''مشرب'' استعمال ہوا ہے۔ مثنوی اگرچہ ترکی زبان میں ہے، لیکن اس کے داخلی موضوعی عنوانات فارسی زبان میں ہیں، جیسے ''در بیان تخیلات رابطہ''، ''در بیان اضافہ یافتن نسبت و روح اصلی''۔ غیر فارسی منظوم کتابوں کے داخلی موضوعی عنوانات فارسی میں لکھنے کی یہی روایت ہمیں پنجابی مثنویوں میں بھی نظر آتی ہے۔ اس مثنوی کا ایک شعر:

یا الٰہی عاقبت محمود قیل

مولوینی روحینی خشنود قیل

اس کا نسخہ کتب خانۂ گنج بخش، اسلام آباد میں (نمبر ۷۴۹۹) دیکھا ہے۔